آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤگے ٭ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۹ فروری سنہ ۱۹۲۰ء نمبر ۲

مطابق جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ

چندہ سالانہ

[illegible]

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

ہمارا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ۴۱ - ۶۷

ایمان باللہ ۶۷ - ۷۳

تبلیغی اخبار احمدیہ ۷۳ - ۷۶

حضرت خلیفۃ المسیح اول شاہی حکیم مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی کی مجرب ادویات

سُرمہ لاثانی کمزوری آنکھ - دُھند - جالا - سُرخی چشم - ضُعف بصارت - آنسوؤں کا جاری رہنا ان امراض کا لاثانی سرمہ - **قیمت ۶ ماشہ عہ**

سُرمہ برقی - کمزوری آنکھ - خارش - آنکھوں سے پانی کا آنا - دُھند - **قیمت ۶ ماشہ عہ**

مومیائی - بدن کی طاقت کے لئے اکسیر - تمام قُوّتوں کا مجموعہ - کیسی ہی کمزوری ہو - اس کے استعمال سے رفع ہوجاتی ہے - **قیمت فی تولہ عہ**

معجون مسکی - بدن کی زردی - کمی خون - دل کا دھڑکنا - معدہ کی کمزوری - سانس کا پھولنا - ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے - **قیمت ۴ تولہ صہ**

حبّ جاناً - تمام بدن کی کھوئی طاقت کا واپس لانا ان کا فرض عین ہے کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا ان کا منصب ہے تمام پٹھوں کی کمزوری کے لئے ان کے اندر برقی تماشا ہے - دماغ کی قُوّت میں بے مثل ہیں - نسیان کو دُور کرنا ان کے ہاتھ کا کھیل ہے - منگواؤ اور فائدہ اُٹھاؤ - ۲۰ گولیاں عہ

اٹھرا

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچّی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کے لئے اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ ہر انسان حکیم الامّت مولانا مولوی نورالدین صاحب رض شاہی حکیم کا وہ مجرب المجرب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی گھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں جو پیارے بچّوں سے خالی تھے یہ وہ گھر ہیں جو اسقاط حمل کی وجہ سے یعنی اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے یا جنکی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر راہ دار البقاء لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہوجایا کرتے تھے یا مردہ پیدا ہوتے تھے اور والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس اور نا امید ہوچکے تھے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی گھر بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں - آپ بھی خدا پر بھروسہ رکھیں اور اکسیر جنین کا استعمال کرائیں اور پیارے بچّوں کی میٹھی میٹھی باتیں سُنکر خدا کا شکر کریں - انکے فوائد کے لحاظ سے قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اُٹھائے - **قیمت فی تولہ عہ**

ملنے کا پتہ: **نظام جان عبدالرحمن کاغانی - قادیان ضلع گورداسپور پنجاب**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارا آقا صلی اللہ علیہ وسلم

باب پنجم

(گذشتہ سے پیوستہ)

جنگ بدر واقعہ نخلہ یعنی سریہ عبداللہ بن جحش کے حالات میں عمرو بن الحضرمی کے قتل کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اس قتل نے تمام قریش کے اندر دشمنی کی آگ کو بھڑکا دیا تھا اور اس سے ان کے ہاتھ میں ایک ایسا بہانہ آگیا تھا جس کی آڑ میں وہ اپنی دلی دشمنی اور بد ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکیں مگر اس بات کو وہ شائد بھولے ہوئے تھے کہ ان کے ہاتھوں سے کتنے غریب اور بے کس مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں۔ خیر اس واقعہ کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی کھلم کھلا اور جلد جلد تیاری شروع کی اور اس بات کا عزم کر لیا کہ مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو یکدم نیست و نابود کر دیں۔ اتفاق ایسا ہوا

کہ انہی ایام میں ان کا ایک بڑا تجارتی قافلہ جس میں قریباً تمام قریش مکہ کا تجارتی حصہ تھا شام کی طرف بغرض تجارت گیا تھا اور اب شام سے تجارت کر کے ابو سفیان بن حرب کی کمان میں مکہ کو واپس آرہا تھا۔ جب یہ قافلہ شام سے نکلا تو قافلہ والوں کو طبعاً یہ ڈر پیدا ہوا کہ چونکہ قافلہ لامحالہ مدینہ کے قریب سے گذریگا اس لئے کہیں مسلمان انپر حملہ آور نہ ہو جاویں اور اسطرح ان کا سارا مال و متاع جاتا رہے۔ اس خیال کی تائید میں ان کو ایک اُڑتی ہوئی افواہ بھی پہنچی کہ مسلمان ایسا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر ابو سفیان سخت خوف زدہ ہوا اور اس نے فوراً ایک سوار ضمضم نامی مکہ کی طرف روانہ کر دیا تا وہ جا کر مکہ والوں کو قافلہ کی مدد کے واسطے نکال لائے۔ اور خود ابو سفیان نے یہ احتیاط برتی کہ چھپتا ہوا اور اصل راستہ کو چھوڑتا ہوا سمندر کے کنارے کنارے تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھتا گیا۔ جب ابو سفیان کا قاصد مکہ میں پہنچا تو عربوں کی قدیم رسم کے مطابق اس نے شہر کے باہر میدان میں اپنے کپڑے پھاڑ کر اور اپنی اونٹنی کے کان کاٹکر زور کے ساتھ چلانا شروع کیا کہ اے قریش مسلمان تمہارے قافلہ کا پیچھا کر رہے ہیں (حالانکہ یہ بالکل غلط تھا اور اس وقت مسلمان امن کے ساتھ مدینہ میں بیٹھے تھے) پس اگر اس کو بچانا چاہتے ہو تو وقت ہے چلو اور اس کو بچالو۔ اس خبر نے قریش کے اندر ایک بجلی کی لہر کا سا کام کیا اور سب یک جان ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور رؤساء قریش میں سے صرف دو شخص تھے جنہوں نے انکار کیا ایک **امیہ بن خلف** اور ایک **ابو لہب** بن عبد المطلب کیونکہ یہ دونو بعض وجوہات کی بنا پر ڈرتے تھے کہ اگر ہم گئے تو ہمارے لئے یقینی موت ہے۔ اُمیہ کو سعد بن معاذ کی دھمکی یاد تھی اور آنحضرت صلعم کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوگا اور **ابو لہب** اپنی بہن **عاتکہ** بنت عبد المطلب کی منذرہ خواب کی وجہ سے ڈرا ہوا تھا جو اس نے ضمضم کے پہنچنے سے چند روز پہلے قریش کی

تباہی کے متعلق دیکھی تھی۔ لیکن چونکہ یہ دونو شخص رؤساء قریش میں سے تھے اور ان کے پیچھے رہنے سے لوگوں پر بُرا اثر پڑتا تھا اس لئے ابو جہل اور عقبہ وغیرہ نے خود ان کے پاس جاجا کر ان کو غیرت اور جوش کے الفاظ کہکر اُبھارا جس کے نتیجہ میں اُمیہ تو تیار ہو گیا لیکن ابو لہب نے نہ مانا بلکہ صرف اپنا ایک قائم مقام بھجوا دیا۔ غرض قریش نے اس طرح قریباً ایک ہزار سے زائد جانباز اور آزمودہ کار سپاہیوں کا لشکر تیار کیا۔ تمام رؤساء مکہ ساتھ تھے گانے والی عورتیں بھی جو اپنے اشعار کے ساتھ غیرت اور جوش دلاتی تھیں ہمراہ تھیں۔ غرض پوری تیاری اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ یہ لشکر روانہ ہوا۔ لیکن جب بدر کے قریب پہنچے تو ایک قاصد نے آکر ان کو اطلاع دی کہ ان کا قافلہ دوسرے راستہ سے ہوتا ہوا صحیح سلامت نکل گیا ہے۔ اس لئے رؤساء قریش نے ملکر باہم مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ بعض نے رائے دی کہ اب ہمارا مطلب حل ہو گیا ہے واپس چلنا چاہیئے۔ لیکن ابو جہل وغیرہ اور ان کی اتّباع میں عوام نے نہ مانا اور عمرو حضرمی کے قتل کا واقعہ یاد دلا کر لوگوں کو جوش دلایا اور آگے بڑھنے کی رائے دی لہذا لشکر آگے بڑھا لیکن قبیلہ زہرۃ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے ؎

اب قریش کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان تھی اور ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے اور سب سوار اور اکثر پیادے زرہ پوش تھے اور دیگر سامان جنگ بھی کافی تھا ؎

تھوڑی دیر کے لئے اب ہم مشرکین کی فوج سے الگ ہو کر مدینہ پر نظر ڈالتے ہیں تا یہ معلوم کریں کہ ان ایّام میں وہاں کیا ہو رہا تھا۔ قریش کے تجارتی قافلوں کی روک تھام کی تجویز اور اس کی اغراض کے متعلق مغازی کے مقدمہ میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ اب جب آنحضرت صلعم

اور مسلمانوں کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرداری کے ماتحت شام سے واپس آرہا ہے تو انہوں نے اس کے روکنے کا ارادہ کیا۔ لیکن مسلمان ابھی تک اسی خیال میں ہی تھے کہ آنحضرت صلعم تک یہ خبر بھی مجملاً پہنچ گئی کہ قافلہ کی مدد کے واسطے مکّہ سے ایک جرّی لشکر آرہا ہے۔ مگر یہ خبر مسلمانوں کے اندر عام نہیں پھیلی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم تک اس کا علم محدود تھا یا ممکن ہے بعض خاص صحابہؓ کو بھی اس کا علم ہو۔ لیکن عام مسلمانوں کا یہی خیال تھا کہ صرف قافلہ سے ہمارا سامنا ہوگا اور یہ کہ صرف اسی کے لئے یہ سفر اختیار کیا جارہا ہے ہاں اس بات کا بھی ضرور ثبوت ملتا ہے کہ ان کے کانوں میں بھی مکّہ کے لشکر کی بھنک ضرور پڑ گئی تھی مگر کوئی یقینی علم کے طور پر نہیں بلکہ صرف ایک خیال اور احتمال کے طور پر۔ اور اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک گروہ مدینہ سے نکلتے ہوئے کسمساتا تھا چنانچہ قرآن شریف بھی فرماتا ہے ان فریقاً من المؤمنین لکارھون ''تحقیق مدینہ سے نکلتے ہوئے مومنوں میں سے ایک گروہ اسے ناپسند کرتا تھا''۔

آنحضرت صلعم نے جب کوچ کی تیاری کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے جاں نثارانہ تقریریں کیں مگر آنحضرت صلعم نے ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا بلکہ آپ کی نظر انصار کی طرف تھی کیونکہ بیعت کے وقت انصار نے جو عہد آنحضرت صلعم سے کیا تھا۔ اس سے بظاہر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ صرف اس صورت میں آپ کی حفاظت کے ذمہ وار ہونگے کہ آپ مدینہ میں ہوں اور دشمن مدینہ میں آپ پر حملہ آور ہو۔ چنانچہ اس وقت تک جتنے بھی سریات و غزوات مسلمانوں کو پیش آئے تھے ان میں سے کسی

میں بھی انصار شریک نہ تھے۔ لیکن اس موقعہ پر چونکہ آنحضرت صلعم کو قریش کے لشکر کی آمد کی خبر مجملاً پہنچ چکی تھی اور آپ کو خیال تھا کہ شائد بجائے قافلہ کے اصل لشکر سے مقابلہ پیش آجاوے اسلئے آپ کی خواہش تھی کہ انصار کی جماعت بھی ساتھ ہو اور اسی غرض سے آپنے ان کی طرف نظر کی۔ آپ کی توجہ کو دیکھ کر حضرت سعد بن عبادۃ رئیس خزرج بولے۔ "یارسول اللہؐ کیا آپ ہم سے جواب چاہتے ہیں؟ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آپ ہم کو یہ حکم دیں کہ سمندر میں گھوڑے ڈال دو تو ہمیں انکار نہیں اور اگر آپ کا یہ ارشاد ہو کہ برک الغماد (مدینہ سے ایک دور دراز کی جگہ ہے) تک گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے جاؤ تو ہم حاضر ہیں۔"

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کے اندر عام تحریک کی اور تین سو سے زائد جاں نثاروں کا لشکر تیار ہو گیا۔ سب اکابر صحابہؓ اس میں شریک تھے سوائے ان کے جو آنحضرت صلعم کے ارشاد کے ماتحت پیچھے رہے مثلاً حضرت عثمان بن عفانؓ جن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلعم ان دنوں بیمار تھیں شریک نہیں ہو سکے کیونکہ آنحضرت صلعم نے ان کو ٹھیرنے کا حکم دیا تھا اسی وجہ سے ان کے واسطے آنحضرت صلعم نے بدر کی غنیمت سے حصہ نکالا۔ بعض ایسے بھی تھے جو کسی خاص وجہ یا کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں جا سکے مثلاً سعد بن عبادہ اور اسید بن الحضیر رضی اللہ عنہما انصار میں سے شریک جنگ نہیں ہو سکے

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اس وقت تک عام خیال یہی تھا کہ قافلہ سے سامنا ہو گا اور یہ کہ اسی واسطے یہ سفر اختیار کیا جا رہا ہے ہاں جیسا کہ بیان ہوا لشکرِ کفار کی آمد کے متعلق بھی احتمال ضرور تھا اور یہی خیال بعض کمزور مسلمانوں کے دل میں خوف پیدا کر رہا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ خدا کرے قافلہ سے ہی مقابلہ پیش آجاوے تا کسی تکلیف کا سامنا نہ ہو چنانچہ قرآن شریف

بھی فرماتا ہے۔ تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم یعنی تمہاری
یہ خواہش تھی کہ دو نو گروہوں میں سے اس گروہ سے تمہارا سامنا ہو جس میں
تم کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے مگر یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ
ویقطع دابر الکافرین خدا کا ارادہ یہ تھا کہ حق کو ثابت کر دکھائے
اور کافروں کی جڑ کاٹ دیوے یعنی ائمۃ الکفر ہلاک کر دیئے جاویں۔
مدینہ سے نکلنے سے پہلے آنحضرت صلعم نے دو اصحاب طلحہ بن عبید اللہ
اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو قریش کی نقل و حرکت کا پتہ لینے کے لئے روانہ
کیا۔ مگر جب وہ واپس آئے تو آنحضرت صلعم روانہ ہو چکے تھے چنانچہ وہ مدینہ
سے ہو کر آپ کو بدر سے واپسی پر ملے اور اسی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں
ہو سکے مگر انحضرت صلعم نے بدر کی غنیمت میں سے ان کے واسطے بھی
حصہ نکالا +

بارہ رمضان ۲ سنہ ھ کو آنحضرت صلعم مدینہ سے نکلے۔ تین سو سے زائد
مسلمانوں کی جمعیت آپ کے ساتھ تھی۔ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر جاکر
آپ نے ٹھیرنے کا حکم دیا اور لشکر کا جائزہ لیا۔ کم سن لڑکے واپس کیئے گئے
چنانچہ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر وغیرہ
سب واپس کر دیئے گئے۔ روایت آتی ہے کہ جب عمیر بن وقاص نے
اس طرح بچوں کو واپس بھیجے جاتے دیکھا تو لشکر میں ادھر ادھر چھپ گئے
کہ کہیں مجھے بھی نہ واپس کر دیا جاوے۔ آخر ان کی بھی باری آئی اور
آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ تم واپس چلے جاؤ۔ عمیر رونے لگ گئے۔ یہ
دیکھ کر آنحضرت صلعم نے انہیں ساتھ جانے کی اجازت دیدی چنانچہ وہ گئے
اور جنگ میں لڑ کر شہادت پائی۔ اس وقت اسلامی لشکر کی کل تعداد ۳۱۳
تھی جس میں سے قریباً اسّی مہاجرین تھے اور باقی سب انصار۔ انصار میں سے

خزرج کی کثرت تھی۔ کُل لشکر میں ستّر اونٹ تھے جن پر لوگ باری باری سوار ہوتے تھے اور صرف دو گھوڑے تھے زرہ پوش بھی چھ سات سے زیادہ نہ تھے۔ باقی سامان جنگ کے متعلق بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم نے ابولبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر بنا کر واپس بھیجا اور مدینہ کی بالائی آبادی قبا وغیرہ پر عاصم بن عدی کو امیر مقرر فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے کوچ فرمایا ۔

ابھی آپ زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی "یارسول اللہ میں آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں"۔ روایت آتی ہے کہ صحابہؓ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ اپنی بہادری اور شجاعت میں خاص شہرت رکھتا تھا مگر آپ نے فرمایا "کیا تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا "نہیں"، آپ نے فرمایا" پھر تم واپس چلے جاؤ کیونکہ میں ایک مشرک سے مدد نہیں لیتا"، تھوڑی دُور جا کر وہ پھر آپ کے سامنے آیا اور شرکت کی خواہش ظاہر کی آپ نے پھر وہی سوال دوہرایا اور وہی جواب پا کر پھر انکار کر دیا۔ تیسری دفعہ وہ پھر حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا" کیا اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا" ہاں"، آپ نے فرمایا" اب آ جاؤ"۔

اغلباً رمضان کی سولہ ۱۶ تاریخ کو آپ **ذفران** پہنچے جو بدر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ کو بعض خبر رسانوں کے ذریعہ یہ یقینی خبر پہنچ گئی کہ قریش ایک بڑے جرار لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلے ہیں۔ اس خبر نے مسلمانوں کو چونکا دیا۔ آنحضرت صلعم نے فوراً صحابہؓ کو اپنے پاس جمع کیا اور ان کا مشورہ چاہا۔ مہاجرین نے جاں نثارانہ تقریریں کیں چنانچہ مقداد بن عمروؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ ہم موسیٰؑ کے اصحاب کی طرح یہ نہیں کہینگے کہ "جا تو اور تیرا ربّ جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں"، بلکہ ہم یہ

عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے"۔ راوی کہتا ہے جب آپ نے یہ الفاظ سنے تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ مگر اس موقعہ پر بھی آپ انصار کے جواب کے منتظر تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کی توجہ کو سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم تو آپ کو اپنا عہد و پیمان دے چکے ہیں۔ آپ جہاں چاہیں چلیں اور جس سے چاہیں جنگ کریں یا صلح کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اسی ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ اگر آپ دنیا کے دوسرے کنارے پر بھی ہم کو لیجانا چاہیں تو ہم حاضر ہیں اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں ہٹیگا اور ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ آپ لڑائی میں ہم کو صابر پائینگے اور آپ ہم سے وہ بات دیکھینگے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کریگی"۔ آپ نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا سیروا وابشروا فان اللہ وعدنی احدی الطائفتین۔ واللہ لکانی انظر الی مصارع القوم چلو خدا کا نام لیکر اور خوش ہو کیونکہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہوں (قافلہ اور لشکر) میں سے کسی ایک پر ہم کو ضرور غالب کریگا اور خدا کی قسم گویا میں اس وقت وہ جگہ دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو کر گرینگے"۔

اب آنحضرت صلعم آگے روانہ ہوئے اور ۱۷۔ رمضان کو بدر کی وادی میں پہنچکر آپ نے ڈیرہ ڈالدیا۔ اس اثنا میں اصحاب رضی اللہ عنہم کو لشکر قریش کا ایک سیاہ فام لڑکا مل گیا جسے انہوں نے پکڑ لیا اور ابو سفیان اور اس کے قافلہ کی خبر پوچھنے لگے (صحابہ رضی اللہ عنہم کو اب تک بھی معلوم نہ تھا کہ قافلہ بچکر نکل گیا ہے) اس نے کہا ابو سفیان کا تو مجھے پتہ نہیں مگر ہاں ابو جہل و

عتبہ و شیبہ و امیہ وغیرہ یہاں پاس ہی اپنے لوگوں میں موجود ہیں۔ صحابہؓ نے یہ جواب سُنکر اُسے کچھ زدوکوب کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے مار کے ڈر سے کہدیا اچھا میں تم کو بتاتا ہوں کہ ابوسفیان کہاں ہے۔ اس پر انہوں نے اسے مارنا بند کر دیا اور پوچھا کہ ہاں اب بتاؤ ابوسفیان کہاں ہے۔ اس نے پھر جواب دیا کہ ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں مگر ابوجہل عتبہ و شیبہ و امیہ یہ موجود ہیں۔ صحابہؓ نے یہ جواب سُنکر اسے پھر مارنا شروع کیا۔ اس تمام واقعہ کے وقت آنحضرت صلعم نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا "خدا کی قسم جب وہ سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو"۔ پھر آپ نے اس سے لشکر قریش کے بعض حالات دریافت فرمائے اور ان کی تعداد پوچھی۔ مگر اسے تعداد کا علم نہ تھا۔ صرف وہ یہ بتا سکا کہ ان کے لئے روزانہ نو یا دس اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ آپ نے اسی سے اندازہ فرما لیا کہ نو سو اور ہزار کے درمیان دشمن کی تعداد ہو گی۔ اور یہ اندازہ درست تھا کیونکہ قریش کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ لشکر میں رؤسا کون کون ہیں۔ اس نے کہا کوئی بھی ایسا نہیں کہ وہ آسکتا ہو اور پھر پیچھے رہا ہو چنانچہ اس نے عتبہ و شیبہ و امیہ و ابوجہل و ابوالبختری و حکیم بن حزام و نظر بن الحارث و عقبہ بن ابی معیط و زمعۃ بن الاسود و نبیہ و منبہ ابن الحجاج و سہیل بن عمرو وغیرہ وغیرہ کے نام گنوائے۔ آپ نے صحابہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ھذہٖ مکۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا مکہ نے تو اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں ؎

جو جگہ آنحضرت صلعم نے انتخاب کی تھی وہ ایسی اچھی نہ تھی۔ حباب بن منذر نے عرض کیا۔ آیا خدائی ارشاد کے ماتحت آپ نے یہ جگہ پسند کی ہے یا ویسے فوجی تدبیر کے طور پر؟ آپ نے فرمایا "وحی تو نہیں"۔ حباب نے عرض کی میرے خیال

ہیں مناسب ہے کہ آگے بڑھکر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کرلیا جاوے میں اس چشمہ کو جانتا ہوں اس کا پانی اچھا ہے اور کم بھی نہیں ہوتا آنحضرت صلعم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور مسلمان آگے بڑھکر اس چشمہ پر قابض ہو گئے۔ لیکن تاہم قریش چونکہ میدان میں پہلے پہنچ چکے تھے اس لئے انہوں نے اکثر مناسب موقعوں پر قبضہ کرلیا ہوا تھا اور جس طرف مسلمان تھے اس طرف ریت بہت تھی حتیٰ کہ پاؤں ریت کے اندر دھسے جاتے تھے۔

صحابہ رضؓ نے آنحضرت صلعم کے واسطے میدان کے ایک طرف ایک سائبان تیار کردیا تا آپ اس میں تشریف رکھیں۔ سعد بن معاذ اس کے دروازہ پر ہتھیار لگا کر پہرہ دینے لگ گئے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رضؓ نے اسی کے اندر رات گذاری اور آنحضرت صلعم نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں۔ خدا کی قدرت رات کو بارش ہو گئی جس سے مسلمانوں کو یہ موقعہ مل گیا کہ چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کرلیں اور نیز اس سے یہ بھی فائدہ ہو گیا کہ ریت جم گئی اور پاؤں زمین میں دھسنے سے رک گئے۔

صبح اٹھکر سب سے پہلے نماز ادا کی گئی اور پھر آنحضرت صلعم نے ایک تیر ہاتھ میں لیکر اس کے اشارہ سے مسلمانوں کی صفوں کو درست کرنا شروع کیا۔ اور مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر کے سپرد کیا اور خزرج و اوس کا حباب بن منذر وسعد بن معاذ کو۔ اتنے میں قریش کے لشکر میں بھی نقل وحرکت شروع ہوئی رؤسا قریش ادھر اُدھر آتے جاتے دکھائی دینے لگے۔ آنحضرت صلعم نے دُور سے عتبہ بن ربیعہ کو اِدھر اُدھر آتے جاتے دیکھا تو فرمایا " اگر اس گروہ میں سے کسی میں شرافت ہے تو اس سرخ اونٹ کے سوار میں ہے۔

اسی عتبہ کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب دونو فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حکیم بن حزام (جو اس وقت تک مشرک تھے) عتبہ کے پاس آئے

اور کہا اے ابوالولید کیا تو چاہتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے تو نیک نام ہو جاوے۔ عتبہ نے کہا کیونکر؟ حکیم بن حزام بولے تم محمدؐ سے صرف عمرو حضرمی کے خون کا بدلہ چاہتے ہو۔ وہ تمہارا حلیف تھا۔ لہٰذا تم اپنے پاس سے اس کا خون بہا ادا کر دو کہ سب لوگ واپس چلے جائیں اور یہ آپس میں رشتہ داروں کا خون رُک جاوے۔" عتبہ نے یہ تجویز پسند کی اور لوگوں میں تحریک شروع کی اور حکیم بن حزام کو ابوجہل کی طرف بھیجا۔ مگر ابوجہل نے نہ مانا بلکہ عتبہ کو طعنے دینے لگ گیا اور عمرو بن حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا "دیکھو تمہارے حلیف کی وجہ سے تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ تمہارے ہاتھ میں آکر ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اب بھی وقت ہے لوگوں میں کھڑے ہو کر چلاؤ۔" چنانچہ عامر نے ننگے ہو کر لوگوں کے اندر چلانا شروع کیا اور اپنے مقتول بھائی کا نام لے لیکر لوگوں کو جوش دلایا۔ اس طرح جنگ رُکتے رُکتے رہ گیا۔

اس موقعہ پر یاد رکھنا چاہیئے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کی شروع سے ہی یہ کوشش تھی کہ کوئی بہانہ پاکر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جاوے چنانچہ وہ ہر موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارتے تھے جنگ بدر کے واقعات میں بھی ابوجہل وغیرہ کا شروع سے یہی رویہ رہا اور دراصل یہی لوگ اس جنگ کے ذمہ وار تھے چنانچہ دیکھو کہ جب قافلہ کے خطرہ کی خبر پہنچی تو بجائے اس کے کہ فوراً ایک ہلکا پھلکا دستہ مدد کے واسطے روانہ کر دیا جاتا جو یلغار کرتا ہوا موقعہ پر پہنچ جاتا جیسا کہ حالات مقتضی تھے ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے یہ کوشش کی کہ اس بہانہ سے ایک بڑا لشکر تیار کیا جاوے جو پورے سازو سامان کے ساتھ آراستہ ہو کر مدینہ کی طرف بڑھے چنانچہ انہوں نے اس واقعہ کی آڑ میں لوگوں کو بہت اکسایا اور آخر اپنی مراد میں کامیاب ہو گئے اور ایک جرّار لشکر کے ہمراہ مکّہ سے نکلے۔ پھر دیکھ لیجئے کہ جب راستہ میں قریش کو

یہ اطلاع مل گئی کہ قافلہ بچکر نکل گیا ہے تو اس وقت بھی ابو جہل وغیرہ نے عمرو حضرمی کے واقعہ کو آڑ بناکر لوگوں کو جوش دلایا اور واپس جانے سے روکا اور ظاہر میں یہ بہانہ رکھ لیا کہ ہم بدر تک جائینگے تا لوگوں پر رعب قائم ہو جاوے پھر اب اس موقعہ پر بھی جب بعض شریف الطبع قریش کی طرف سے یہ کوشش ہوئی کہ کسی طرح جنگ رُک جاوے تو ابو جہل وغیرہ نے وہی طرز اختیار کی اور لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ ان تمام واقعات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ان رؤساء قریش کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ اپنا قافلہ بچا لیا جاوے اور بس۔ بلکہ ابتداء سے ان کی یہی اصل خواہش و کوشش تھی کہ مسلمانوں پر حملہ کرکے ان کو کچل ڈالا جاوے اور اس مطلب کے حاصل کرنے کے واسطے وہ ہر رنگ کے بہانے ڈھونڈتے تھے تا عوام کے جوش و خروش کو اُبھار سکیں ؛

اب دونو فوجیں ایک دوسرے کے سامنے تھیں اور توحید و شرک کی قسمت کا سوال ترازو میں حرکت کر رہا تھا۔ ایک طرف مسلمان تھے جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ہر رنگ میں کمزور و ناتوان تھے مگر خدا کے وعدوں اور اس کے فضلوں پر بھروسہ کرکے اپنے پیارے آقا کے ہم کاب اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کے واسطے نکلے تھے۔ دوسری طرف کفار کا لشکر تھا جس کی تعداد مسلمانوں سے سہ چند سے بھی زیادہ تھی اور جو ہر قسم کے سامان جنگ سے آراستہ تھا اور توحید کو مٹانے اور شرک کو قائم کرنے کے ارادہ سے نکلا تھا۔ ایسے نازک وقت میں آنحضرت صلعم کے پاس ابو حذیفہ بن الیمان اور ابو الجبیل دو صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم مکہ سے آرہے ہیں۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو قریش نے ہم کو روکا اور یہ عہد لے کر چھوڑا کہ ہم آپ کے ساتھ ہو کر ان کے مقابلہ میں نہیں لڑینگے۔ آپ نے فرمایا۔ "تو پھر تم جاؤ اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی کی نصرت پر ہمارا بھروسہ ہے"۔

اب دو نو فوجیں بالکل تیار تھیں اور صف بندی ہو چکی تھی خدا کی قدرت قریش ایسے طور پر کھڑے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنی اصل تعداد سے کم نظر آتے تھے۔ باینہمہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے مسلمانوں کے دل بیٹھے جاتے تھے اور آسمان ہی کی طرف ان کی نظر اُٹھتی تھی۔ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بغیر آپ کی اجازت کے کوئی حرکت نہ کرے اور صف سے آگے نہ نکلے اور لشکر میں کوئی شور و غوغا نہ ہو۔ اگر قریش آگے بڑھکر تیروں کی بوچھاڑ ماریں تو اگر وہ قریب آجاویں مسلمان بھی جواب دیں ورنہ نہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق بھی آپنے اسوقت مناسب وعظ فرمایا ؎

عرب کے قدیم دستور جنگ کے مطابق یہ عام قاعدہ تھا کہ پہلے انفرادی طور پر طبع آزمایاں ہوتی تھیں اور پھر عام دھاوا ہوجاتا تھا۔ اس کے مطابق اب بھی ہوا۔ پہلے کچھ معمولی بے قاعدہ سی انفرادی لڑائیاں ہوئیں پھر جنگ کے مستقبل ابتدا کے طور پر عتبہ بن ربیعہ (جو ابو جہل کے طعنہ سے بے تاب ہو رہا تھا) اور اس کا بھائی شیبہ اور اس کا لڑکا ولید آگے بڑھے۔ عتبہ کے سر پر سرداری کا تاج تھا اور شتر مرغ کے پروں کی کلغی اس کے سر پر لہلاتی تھی۔ ان تینوں نے میدان میں آکر مبارز طلبی کی۔ تین شخص انصار میں سے آگے بڑھنے لگے مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا تم ٹھیرو اور حضرت حمزہ رض و حضرت علیؓ و عبیدہ رض بن الحارث کو فرمایا کہ تم جاؤ۔ یہ تینوں آنحضرت صلعم کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے یعنی حمزہ رض آپ کے چچا تھے اور علیؓ اور عبیدہ رض دو تو چچازاد بھائی تھے۔ جب یہ آگے بڑھے تو چونکہ چہرہ کسی کا بھی نظر نہیں آتا تھا اس لئے عتبہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ (عرب میں انفرادی جنگوں میں حسب و نسب دریافت کرنیکا عام دستور تھا) سب نے اپنا اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ نے کہا "بس ٹھیک ہے تم ہمارے جوڑ کے ہو"۔ یہ کہکر عتبہ حضرت حمزہ رض سے اور ولید حضرت علی رض اور

شیبہ حضرت عبیدہ رضؓ سے مقابل ہوئے۔ حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما نے تو پہلے ہی وار میں اپنے اپنے حریف کو کاٹ کر رکھدیا۔ لیکن عبیدہ چونکہ ایک مسن آدمی تھے اس لئے شیبہ کے ساتھ ان کی دو چار اچھی ضربیں ہوئیں اور پھر وہ شیبہ کی ضرب سے زخمی ہو کر گرے مگر حضرت حمزہ رضؓ اور علیؓ نے جلدی سے آگے بڑھ کر شیبہ کو مار کر گرا دیا اور حضرت عبیدہ رضؓ کو ہاتھوں میں اٹھا کر آنحضرت صلعم کے .. .. پاس لے آئے مگر چونکہ ان کا زخم کاری تھا اس لئے دو چار دن میں ہی فوت ہو گئے۔

جب مشرکین کے تین نہایت معزز رؤسا اس طرح دیکھتے دیکھتے خاک میں مل گئے تو عبیدہ بن سعید بن العاص سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا مشرکین کی صف سے نکلا اور پکارا کہ میں "ابو کرش ہوں"۔ زبیر بن العوام اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور چونکہ اس کے سارے بدن میں سے صرف آنکھیں ہی نظر آتی تھیں اس لئے انہوں نے تاک کر اپنی برچھی اس کی آنکھ میں ماری جو ایسی نشانہ پر بیٹھی کہ بس وہ زمین پر گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ حضرت زبیر رضؓ نے بڑی مشکل سے اپنی برچھی اس کے جسم سے نکالی حتیٰ کہ زور کی وجہ سے برچھی کے دونو سرے خم ہو گئے۔ یہ برچھی آنحضرت صلعم نے زبیرؓ سے لے لی اور مدت تک اسلام میں یادگار رہی۔

اس کے بعد عام دھاوا ہو گیا اور دو نو فوجیں آپس میں لپٹ گئیں۔ قریش نہایت جم کر لڑے اور نہایت زور کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی جماعت پر دھاوے کیئے اور ایک عرصہ تک سخت خطرناک لڑائی ہوتی رہی۔

اسلام کا وجود اس وقت نہایت نازک حالت میں تھا اور توحید کی قسمت بظاہر صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ آنحضرت صلعم نہایت رقت کی حالت میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کرتے تھے اور آپ کے

مُنہ پر یہ الفاظ جاری تھے "خدایا تُو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر خدایا اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر قیامت تک تیری پرستش کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور توحید کا نام مٹ جاویگا" روایت آتی ہے کہ آپ اس وقت اتنی بے تابی اور کرب کی حالت میں تھے کہ کبھی سجدہ میں گرتے تھے اور کبھی کھڑے ہوجاتے تھے اور آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے گر گر پڑتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ اٹھاکر آپ کے اوپر پھر ڈال دیتے اور آپ کی بے تابی کو دیکھکر عرض کرتے "حضور آپ گھبرائیں نہیں اللہ اپنا وعدہ پورا فرمائیگا"

Digitized by Khilafat Library

اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مصروف تھے اور اُدھر مسلمان اسلام کی خدمت کا وہ نمونہ قائم کر رہے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اپنے سے سہ چند جماعت کا مقابلہ تھا مگر ہر ایک دوسرے سے بڑھکر قدم مارتا تھا اور خدا کی راہ میں جان دینے کے واسطے آگے بڑھتا تھا۔ حمزہ و علی و ابودجانہ و زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے صفوں کی صفیں کاٹ کر رکھدیں۔

انصار کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوا اور دونو فوجیں آپس میں لپٹ گئیں تو میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی اور دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان لڑکے معوذ اور معاذ ہیں انکو دیکھکر میرا دل بیٹھ گیا (کیونکہ ایسے جنگوں میں دائیں بائیں کے ساتھیوں پر جنگ کا بہت مدار ہوتا ہے)۔ وہ کہتے ہیں میں یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں ان میں سے ایک لڑکے نے میرے پہلو میں مجھ سے آہستہ سے پوچھا "چچا ابوجہل کہاں ہے میں نے سُنا ہے کہ وہ رسول اللہ کو بہت تنگ کرتا ہے میں نے عہد کیا ہے کہ میں اس کو ماروں گا" وہ کہتے ہیں میں نے ابھی اسے جواب نہ دیا تھا کہ دوسرے نے بھی آہستہ سے مجھے پوچھا کہ چچا ابوجہل کہاں ہے میں اسے مارنا چاہتا ہوں" ابوجہل سردار لشکر تھا اور قلب لشکر میں بڑے

بڑے جری بہادروں کے اندر کھڑا ہوا تھا اس لئے ان لڑکوں سے یہ کلام سُنکر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بہت تعجب کیا اور ہاتھ کے اشارہ سے ان کو بتایا کہ وہ ابوجہل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا اشارہ کرنا تھا کہ وہ دو نو لڑکے شیر کی طرح لپکے اور آن کی آن میں میرے سامنے دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے ابوجہل تک پُہنچ گئے اور اسے مار گرایا۔ عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کے ساتھ تھا۔اس نے یہ دیکھ کر معاذ پر وار کیا اور ان کا بایاں بازو کاٹ دیا۔معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ بچکر نکل گیا۔ چونکہ معاذ کا کٹا ہوا بازو ان کے جسم کے ساتھ ہی لٹکا رہا اور لڑنے میں مزاحم ہوتا تھا اس لئے انھوں نے اس پر اپنا پاؤں رکھکر زور کے ساتھ اسے اپنے جسم سے الگ کرکے پھینک دیا اور پھر لڑنے لگ گئے ؎

غرض کیا مہاجر اور کیا انصار سب مسلمان پورے زور و شور اور اخلاص کے ساتھ لڑے مگر دشمن کی کثرت اور اس کے سامان کی زیادتی کچھ پیش نہ جانے دیتی تھی اور نتیجہ ایک عرصہ تک مشتبہ رہا۔ آنحضرت صلعم برابر گریہ و زاری میں مصروف تھے آخر آپ خدا سے فتح کی بشارت پاکر سیھزم الجمع ویولون الدبر (لشکر کفار شکست کھائیگا اور پیٹھ دکھائیگا) پڑھتے ہوئے اپنے سائبان سے نکلے اور ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اُٹھا کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی اور فرمایا شاھت الوجوہ (دشمنوں کے مُنہ بگڑ جاویں) خدا کی قدرت آپ کا یہ مٹھی پھینکنا تھا کہ ایک سخت آندھی کا جھونکا آیا اور کفار کے موتھوں پر گرد اور ریت اُڑکر پڑنا شروع ہوا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی جماعت نے تکبیر کا نعرہ لگا کر یکدم حملہ کر دیا۔ عتبہ و ابوجہل جیسے رؤسا تو خاک میں مل ہی چکے تھے اس دھاوے کے نتیجہ میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے لشکر میں بھاگڑ پڑگئی مسلمانوں نے فوج کا پیچھا کیا اور ستّر آدمی گرفتار کرلئے قریباً یہی تعداد مشرکین کے مقتولین کی تھی مگر مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید

ہوئے جن میں سے آٹھ انصار میں سے تھے اور چھ مہاجرین میں سے۔

جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا دیکھو ابو جہل کا کیا حال ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود گئے اور میدان میں لاشوں کے ڈھیر کے اندر تلاش کیا تو اسکی لاش مل گئی مگر ابھی تک وہ مرا نہ تھا بلکہ سسک رہا تھا۔ مگر اسوقت بھی اسے اپنی بڑائی ہی کا خیال تھا عبداللہ بن مسعود کو دیکھکر بولا "افسوس کہ میں دو کسان لونڈوں کے ہاتھ سے قتل ہوا" اور کہنے لگا ھل فوق رجل قتلتموہ کیا مجھ سے بھی بڑا آدمی تم نے کوئی مارا ہے"؟ یعنی نہیں مارا اور عبداللہ سے خواہش ظاہر کی کہ میری گردن ذرا لانبی چھوڑ کر کاٹنا کیونکہ لمبی گردن بڑائی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ عبداللہ نے کہا "اے عدو اللہ میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دونگا" چنانچہ انہوں نے ٹھوری کے پاس سے گردن کاٹی اور پھر اس کا سر اٹھا کر لائے اور آنحضرت صلعم کے قدموں پر ڈالدیا۔ آنحضرت صلعم نے اسے دیکھا اور بے اختیار فرمایا اللہ لا الٰہ الا ھو" اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔

اس کے بعد مقتولین کی دیکھ بھال کی گئی تو معلوم ہوا کہ کفار میں سے عتبہ و شیبہ و ابو جہل و امیہ بن خلف و زمعۃ بن الاسود و عاص بن ہشام و ابو البختری و منبہ بن الحجاج وغیرہ سب رؤسائے قریش خاک میں مل چکے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ان سب کو جمع کر کے ایک گڑھے میں ڈلوادیا اور ان کے پاس کھڑے ہو کر اور ان کو مخاطب کر کے درد بھری آواز سے فرمایا یا اھل القلیب بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی واوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس "اے گڑھے میں پڑے ہوئے لوگو تم اپنے نبی کے واسطے بہت بری قوم بنے۔ تم نے میری قوم ہو کر مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔

تم نے مجھ کو وطن سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کیا اور لوگوں نے میری مدد کی'' پھر آپؐ نے کفار کے نام لے لیکر پکارا اور کہا ''اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے امیہ بن خلف اے ابو جہل بن ہشام ہم نے تو اس وعدے کو سچا ہوتے دیکھ لیا جو ہمارے ربّ نے ہم سے کیا تھا۔ کیا تم نے بھی اپنے ربّ کے وعدہ کو سچا ہوتے دیکھا؟'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''حضرتؐ کیا یہ بھی سنتے ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا ''یہ تم سے بڑھکر سنتے ہیں''

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مشرکین کی جماعت میں بعض ایسے بھی تھے جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے جنگ سے پہلے فرمادیا تھا کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے کیونکہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ دوسروں کے دباؤ کے نیچے جنگ میں شامل ہوئے ہیں۔ ابو البختری بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ کیونکہ اس نے بعض موقعوں پر آنحضرت صلعم سے نیک سلوک کیا تھا۔ مگر جب مشرکین کے اندر بھاگڑ پڑی اور وہ قتل اور قید کیئے جانے لگے تو ایک مسلمان کی نظر ابو البختری پر بھی پڑی جو ایک اور شخص کے ساتھ اونٹ پر سوار تھا۔ اس مسلمان نے ابو البختری کو پکار کر کہا ''رسول اللہؐ نے ہم کو فرمایا ہے کہ ہم تجھے قتل نہ کریں'' اس نے کہا ''میرے ساتھی کا کیا حال ہے'' مسلمان نے جواب دیا ''اسے تو میں نہیں چھوڑونگا'' ابو البختری نے کہا ''تو پھر میں یہ نہیں چاہتا کہ مکّہ کی گلی کوچوں میں یہ شور ہو کہ ابو البختری نے اپنے آپ کو تو بچا لیا مگر اپنے ساتھی کو ہلاک ہونے دیا'' اس مسلمان کی روایت ہے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ابو البختری بچ جاوے مگر آخر کچھ بن نہ آئی اور ابو البختری نے میرا مقابلہ کیا اور وہ اور اس کا ساتھی دونو میرے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

اسی طرح عباسؓ بھی ان لوگوں میں تھے جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے

فرمایا تھا کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے۔ روایت آتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عباسؓ کا نام لیا تو ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ نے کہا "یہ کیا بات ہے ہم تو اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں اور ان کے رشتہ دار کو بچا لیا جاوے خدا کی قسم اگر مجھے عباس ملا تو میں تو اس کے مُنہ پر تلوار مارونگا" یہ بات ابو حذیفہؓ کے مُنہ سے بے اختیار نکل گئی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں اس کی وجہ سے ہمیشہ خائف رہا ہوں اور خدا سے دعائیں کرتا رہا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اسلام کی راہ میں جان دینے کا موقعہ دے تا میرے اس جُرم کی کچھ تلافی ہو۔ چنانچہ خدا نے ان کی دعا سُنی اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ؁

انہی کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب مسلمان کفار کو گڑھے کے اندر کھینچکر کھینچکر ڈال رہے تھے اور آنحضرت صلعم نام لیکر ان کو پکارتے تھے تو اسوقت ابو حذیفہؓ کا چہرہ سخت پریشان تھا اور رنگ اُڑا ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں کسی شک میں نہیں ہوں مگر یا رسول اللہؐ مجھے ہمیشہ یہ اُمید رہی تھی کہ میرا باپ عتبہ اسلام لے آئیگا کیونکہ میں اس میں شرافت اور سلامت روی کو دیکھتا تھا لیکن آج وہ مشرکوں کے اندر مقتول نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کے واسطے دُعائے خیر فرمائی ؁

مُردوں کے دفن تدفین کے بعد آنحضرت صلعم نے دو سوار مدینہ کی طرف بھجوا دیئے تا وہ جاکر مدینہ والوں کو فتح کی خوشخبری سُنائیں۔ لکھا ہے کہ جب یہ مدینہ میں پہنچے تو اس وقت مسلمان رُقیہ بنت رسول اللہ صلعم کو دفن کر رہے تھے جن کے متعلق اوپر بتایا جاچکا ہے کہ وہ ان دنوں میں بیمار تھیں اور جنکی وجہ سے آنحضرت صلعم کے ارشاد کے ماتحت حضرت عثمانؓ شریک جنگ نہیں ہوسکے ؁

مسلمانوں کو جنگ میں بہت سا غنیمت کا مال بھی ملا تھا۔ اس کے متعلق مسلمانوں کے اندر بہت اختلاف ہوا کہ یہ کس اصول کے ماتحت تقسیم ہو۔ آنحضرت صلعم نے یہ اختلاف دیکھ کر سب مال ایک جگہ جمع کروا دیا۔ راستہ میں ایک مقام پر سورۃ انفال نازل ہوئی جس میں تقسیم غنیمت کا اصول بتایا گیا ہے کہ سب مال کا ایک خمس خدا اور اس کے رسول اور رسول کے رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے واسطے الگ کر لیا جاوے اور بقیہ مال اصحابِ لشکر کے درمیان برابر تقسیم کر دیا جاوے اس طرح پر کہ پیدل کا ایک حصہ ہو اور سوار کے دو حصے۔ چنانچہ اسی اصول کے ماتحت غنیمت کی تقسیم کر دی گئی۔ ذوالفقار جو ایک مشہور تلوار کا نام ہے وہ اسی غنیمت میں آنحضرت صلعم کے حصہ میں آئی تھی ۔

جو لوگ قید ہو کر آئے ان میں سے بعض رؤساء قریش میں سے تھے چنانچہ عقبہ بن ابی معیط۔ النظر بن الحارث اور سہیل بن عمرو قریش میں معزز و مکرم تھے۔ بعض قیدی آنحضرت صلعم کے قریبی رشتہ دار تھے مثلاً عباس تھے جو آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا تھے۔ عقیل تھے جو حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ ابو العاص بن الربیع تھے جو آنحضرت صلعم کے داماد تھے۔ اسیرانِ جنگ میں سے عقبہ اور نظر بن الحارث آنحضرت صلعم کے حکم ماتحت قتل کر دیئے گئے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو اسلام کے خلاف فتنہ کے اصل بانی مبانی تھے اور اس تمام کشت و خون کے ذمہ وار تھے ۔

باقی قیدی صحابہؓ کے اندر دو دو چار چار تقسیم کر دیئے گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھا جاوے۔ جن قیدیوں کے پاس لباس نہ تھا ان کو لباس مہیا کر دیا گیا۔ حضرت عباسؓ چونکہ بہت لمبے قد کے آدمی تھے اس لئے ان کو کسی شخص کا کرتہ ٹھیک نہ آتا تھا عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین

ان کا ہم قد تھا۔ اس نے اپنا کرتہ منگوا کر دیا جو اُن کو ٹھیک آیا۔ لکھا ہے کہ یہ اسی احسان کا بدلہ تھا کہ عبد اللہ کے مرنے پر آنحضرت صلعم نے اس کے کفن کے واسطے اپنا کرتہ عنایت فرمایا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ منافقوں کا سرگروہ ہے ؛

آنحضرت صلعم کے ارشاد کے ماتحت صحابہؓ نے قیدیوں کو نہایت آرام کے ساتھ رکھا اور ان کے ساتھ ہر طرح سے سلوک کیا چنانچہ اس موقعہ پر سر ولیم میور لکھتا ہے "محمد (صلعم) کے ارشاد کے ماتحت انصار اور ان مہاجرین نے جن کا کوئی گھر بار تھا قیدیوں کو بہت محبت اور مہربانی کے ساتھ رکھا چنانچہ قیدیوں میں سے ایک بعد کو کہتا تھا کہ خدا مدینہ والوں کا بھلا کرے وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے۔ ہم کو گندم کی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے، اسلئے ہم کو یہ معلوم کرکے تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ بعض قیدی ان باتوں کے اثر کے نیچے آکر اسلام لے آئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا۔ .... جو قیدی اسلام نہیں لائے ان پر بھی اس نیک سلوک کا بہت اچھا اثر ہوا" ؛

مدینہ پہنچکر آنحضرت صلعم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان سے کیا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ابھی تک اساریٰ کے متعلق الٰہی احکام نازل نہ ہوئے تھے اور عرب میں عام رواج قتل کر دینے کا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آخر یہ سب لوگ اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں۔ میری رائے میں ان پر احسان کرنا چاہیئے اور فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیئے" مگر حضرت عمرؓ اور غالباً سعد بن معاذ کی بھی یہ رائے تھی کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری وغیرہ کا کوئی پاس نہیں سب کو قتل کر دیا جاوے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ مگر آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لیکر سب قیدیوں کو رہا کر دیا۔ آنحضرت صلعم کے چچا حضرت

عباسؓ کے متعلق انصار نے عرض کی کہ یہ ہمارا بھانجا ہے ہمیں آپ اجازت دیں کہ ان کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ انہی کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب یہ قید ہو کر آئے تو مسجد سے انکے کراہنے کی آواز آنحضرت صلعم کے پاس پہنچتی تھی جس کی وجہ سے آنحضرتؐ سو نہیں سکتے تھے کیونکہ آپؐ کے دل کو تکلیف پہنچتی تھی۔ انصار کو علم ہوا تو انہوں نے عباسؓ کے ہاتھ پاؤں کھولدیئے۔ تب آنحضرت صلعم نے آرام فرمایا۔ آنحضرت صلعم کے داماد ابو العاص بن الربیع بھی قیدیوں میں تھے انکے فدیہ کیلئے انکی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلعم نے جو ابھی تک مکّہ میں ہی تھیں اپنے گلے کا ہار اُتار کر بھیجا۔ جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ جب یہ ہار آنحضرت صلعم کے سامنے آیا تو آپ کو مرحوم خدیجہؓ یاد آگئی اور آپ آبدیدہ ہوگئے اور صحابہؓ سے فرمایا۔ "اگر چاہو تو زینبؓ کو اس کی ماں کی یہ یادگار واپس کردو"۔ صحابہؓ کو اشارہ کی دیر تھی فوراً ہار واپس کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم نے ابو العاص کو اس شرط پر رہائی دی کہ وہ مکّہ جاکر زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں چنانچہ انہوں نے زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیا۔ اور چند سال کے بعد خود بھی مسلمان ہوگئے؞

قیدیوں میں سے جو مفلس لوگ تھے اور فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے وہ یونہی رہا کر دیئے گئے لیکن جو لکھنا جانتے تھے ان کی رہائی آنحضرت صلعم نے اس شرط کے ساتھ مشروط کی کہ دس دس مسلمان بچّوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں چنانچہ زید بن ثابت رضؓ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا؞

قرآن شریف نے جنگ بدر کو یوم الفرقان کے نام سے یاد کیا ہے یعنی وہ دن جب حق و باطل میں امتیاز ہوگیا۔ دراصل جنگ بدر اپنے نتائج اور اثر کے لحاظ سے واقعی یوم الفرقان تھا۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ قریش اور دیگر قبائل عرب مسلمانوں سے مرعوب ہوگئے اور مدینہ کے منافق دب گئے

اور مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہو گئیں بلکہ جیسا کہ پہلے سے ہی پیشگوئی کی گئی تھی قریش میں جتنے بھی سر برآوردہ لوگ تھے وہ سب خاک میں مل گئے اور کافروں کی جڑ صحیح معنوں میں کاٹ دی گئی۔ لکھا ہے کہ جب لشکر قریش مکہ میں واپس پہنچا تو گھر گھر ماتم تھا مگر غیرت کے جوش میں قریش نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص مقتولین بدر پر نہ روئے حتّٰی کہ ان کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیا جاوے چنانچہ ایک ماہ تک کسی گھر سے رونے کی آواز نہیں اٹھی اور سب نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دل کی آگ کو دل میں چھپائے رہے آخر ان سے رہا نہ گیا اور گھر گھر سے رونے چلّانے کی آواز بلند ہوئی اور قریباً ایک ماہ تک لگاتار یہ سلسلہ جاری رہا مگر آخر انتقام کی تیاری کے جوش کے نیچے یہ جوش و خروش دب گیا اور سب یک جان ہو کر انتقام کی تیاری میں مصروف ہو گئے ٭

قریش کے ماتم کی ایک مثال دلچسپی سے خالی نہ ہو گی۔ لکھا ہے ابتدا میں جب قریش بدر کے مقتولین کا ماتم کرنے سے رُکے ہوئے تھے اسود بن عبد یغوث نے مکہ میں اپنے گھر کے اندر بیٹھے ہوئے رات کے وقت باہر سے کوئی رونے چلّانے کی آواز سُنی۔ یہ سُنکر اس نے اپنے نوکر سے کہا ذرا دیکھ تو یہ کیسا شور ہے۔ شاید قریش نے ماتم کرنے کی اجازت دیدی ہے اگر یہ بات ہے تو میرے سینے میں آگ لگ رہی ہے میں بھی جی کھولکر رولوں کہ کچھ تسکین تو ہو جاوے (جنگ بدر میں اسود کے تین جوان لڑکے قتل ہو گئے تھے) نوکر گیا اور خبر لایا کہ ایک عورت کا اونٹ کھویا گیا ہے وہ اس پر نوحہ کر رہی ہے اسود کے مُنہ سے بے اختیار یہ شعر نکلے:۔

اتبکی ان یضل لہا بعیر ٭ ویمنعہا من النوم السہود

کیا وہ روتی ہے اس بات پر کہ اس کا اونٹ کھویا گیا ہے اور وہ اس غم میں سو نہیں سکتی

ولا تبکی علی بکر و لکن ✤ علی بدر تقاصرت الجدود

اور وہ نہیں روتی بکر پر۔ بات یہ ہے کہ بدر کے روز قسمت نے یاوری نہ کی

فبکی ان بکیت علی عقیل ✤ وبکی حارثا اسد الاسود

پس اگر تو نے رونا ہی ہے تو رو عقیل اور رو حارث پر جو شیروں کا شیر تھا۔

غرض برابر ایک ماہ تک تمام شہر میں ہر طرف رونا اور چلانا تھا۔ گویا یہ وہ پتھر تھا جس کے ٹکڑے عاتکہ کی خواب کے مطابق مکّہ کے ہر گھر میں اُڑ اُڑ کر گرے۔ صرف ایک گھر تھا جو خاموش تھا اور وہ ابوسفیان کا گھر تھا۔ لوگ آکر پوچھتے تھے کہ "اے ہند (زوجہ ابوسفیان) تُو کیوں خاموش ہے اور آنسو کیوں نہیں بہاتی اور اپنے باپ چچا بھائی اور بیٹے کا ماتم کیوں نہیں کرتی"، ہند کہتی "اگر آنسو میرے غم کی آگ کو بجھا سکتے تو میں بھی روتی لیکن اس آگ کو آنسو نہیں بجھا سکتے۔ اب یہ آگ تبھی بجھےگی کہ تم لوگ پھر محمدؐ کے خلاف نکلو اور اس خون کا بدلہ لو"۔

معلوم ہوتا ہے تقدیر الٰہی نے چُن چُن کر سب ائمۃ الکفر کو ہلاک کیا اور وہ جو مکّہ میں آنحضرت صلعم کی عداوت میں سب سے آگے نکلے ہوئے تھے سب یکدم خاک میں مل گئے۔ ابولہب نے چاہا کہ جنگ سے الگ رہکر اپنے پر سے یہ عذاب ٹالدے مگر تقدیر کے نوشتے پورے ہونے تھے۔ جس دن بدر کی خبر مکّہ میں پُہنچی اس کے صرف چند روز بعد وہ مکّہ میں بیمار ہوا اور نہایت ذلّت کی موت مرا۔ اب قریش کی سرداری کا تاج ان لوگوں کے سروں پر رکھا گیا جو پہلے پچھلی صف میں تھے چنانچہ ایک مشرک شاعر بدر کے مقتولین کا نوحہ کرتا ہوا کہتا ہے:۔

الا قد ساد بعدھم اناس ✤ ولولا یوم بدر لم یسودوا

ان لوگوں کے بعد دوسرے لوگ سردار بنگئے اور اگر بدر کا دن نہ ہوتا تو یہ سردار نہ بن سکتے۔

جنگ بدر کے بعد آنحضرت صلعم کی جان اور بھی زیادہ خطرہ میں ہو گئی کیونکہ اگر بدر سے پہلے صرف یہ خطرہ تھا کہ قریش ایک جری لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جاویں تو اب یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا کہ آپ کے خلاف کوئی اندر ہی اندر سازش نہ کھڑی ہو جاوے۔ ذیل کی مثال اس خطرہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ عمیر بن وہب جو اسلام کا ایک سخت دشمن تھا اور صفوان بن امیہ بن خلف صحن کعبہ میں حجر میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے کہ صفوان نے کہا "اب تو جینے کا مزا نہیں رہا" عمیر نے کہا "مجھے تو اگر قرض اور بچوں کا خیال نہ ہو تو میں جا کر محمدؐ کو خفیہ سے قتل کر آؤں" صفوان بولا قرض اور بچوں کا میں ذمہ وار بنتا ہوں تم جاؤ"۔ عمیر گھر آیا اور اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مکّہ سے نکلا اور مدینہ پہنچا۔ حضرت عمرؓ ان معاملات میں بہت ہوشیار تھے ان کو دیکھتے ہی خوف پیدا ہوا فوراً اسے پکڑ کر آنحضرت صلعم کے پاس لائے آپؐ نے دریافت کیا عمیر کیسے آئے ہو؟ عمیر نے کہا اپنے بیٹے کو چھوڑانے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر تلوار کیوں لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا یونہی لگا رکھی ہے ورنہ تلواروں نے بدر میں کیا کام دیا؟ آپؐ نے فرمایا "اچھا گویا تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھکر کوئی سازش ہی نہیں کی"۔ عمیر سناٹے میں آگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اس وقت میرے اور صفوان کے سوا اور کوئی شخص موجود نہ تھا پس میں آپ پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں"۔ غرض عمیر مسلمان ہو گئے اور آنحضرت صلعم کے پاس چند روز قیام کر کے انہوں نے دینی تعلیم حاصل کی اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر مکّہ میں آئے اور نہایت بہادری کے ساتھ لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ صفوان جو دن رات آنحضرت صلعم کے قتل کی خبر سننے کا منتظر

رہتا تھا یہ نظارہ دیکھ کر بے خود سا رہ گیا "

جنگ بدر میں جن صحابہؓ نے حصّہ لیا تھا وہ اسلام کے اندر خاص عزت اور امتیاز کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے سخت خطرناک غلطی ہوگئی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ منافق ہے اگر فرمادیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا "عمرؓ جانتے نہیں ہو کہ یہ بدری ہے اور تمہیں کیا خبر کہ اللہ نے بدریوں کے سب گناہ معاف کر دیئے ہوں " حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی جب تمام صحابہؓ کے وظیفے مقرر ہوئے تو بدری صحابیوں کا وظیفہ خاص تھا۔ خود بدری صحابہؓ کو جنگ بدر کی شرکت پر خاص فخر تھا چنانچہ میور لکھتا ہے:۔

" بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رُکن سمجھے جاتے تھے سعد وقاصؓ جب اسّی سال کی عمر میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے کہا " مجھے وہ چوغہ نکالکر دو جو میں نے بدر کے دن پہنا تھا آج ہی کے دن کے واسطے میں نے اُسے سنبھال کر رکھا ہوا ہے " یہ وہی سعد ہیں جو بدر کے وقت بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفے کے بانی اور عراق کے گورنر بنے۔ مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگ بدر کی شرکت کی عزت و فخر کے آگے ہیچ تھیں۔ اور جنگ بدر والے دن کے لباس کو وہ اپنے واسطے تمام خلعتوں سے بڑھکر خلعت سمجھتے تھے اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ اسی لباس میں لپیٹ کر ان کو ان کی قبر میں اُتارا جاوے "

خدا نے بھی قرآن شریف میں جنگ بدر کے تذکرہ کو خاص جگہ دی ہے اور سورۃ انفال ساری کی ساری اسی کے بیان میں ہے۔ پھر یہی نہیں کہ قرآن شریف میں ہی اس کا ذکر ہے بلکہ گذشتہ صحف میں بھی

بدر کا تذکرہ موجود ہے چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب میں عرب کے متعلق الہامی کلام، کے عنوان کے نیچے یہ پیشگوئی درج ہے :۔

"عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لیکر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لیکر بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی اور تیراندازوں کی جو باقی رہی قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

ایمان باللہ

اسلام بلکہ دہریت کے سوا باقی تمام ادیان عالم کا اصل الاصول ایمان باللہ ہے یہ وہ محور ہے جس کے گرد تمام مذاہب چکر کھاتے ہیں بایںہمہ فی زمانہ بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے ایمان باللہ کی حقیقت کو سمجھا یا اس کے حصول کے ذرائعہ پر غور کیا ہے۔ فلسفیانہ طور پر ایک خالق ہستی کی ضرورت کو محسوس کر کے اور اس سے صانع عالم کے وجود پر دلیل پکڑ کر کسی خدا کے قائل ہونے کا نام عرف عام میں ایمان باللہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس طور پر خدا کی ہستی کے قائل ہیں وہ عام اصطلاح میں مومن باللہ کہلاتے ہیں اور جو قائل نہیں وہ کافر باللہ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ دنیا کا مبلغ علم اس سے آگے نہیں چلتا مگر اسلامی نقطہ خیال سے یہ ایمان ایمان باللہ نہیں اور نہ اس ایمان کا حامل مومن باللہ کہلا سکتا

ہے کیونکہ اسلام میں ایمان باللہ عرفان الٰہی اور ولایت ایزدی کے واسطے بطور ایک ذریعہ اور واسطہ کے ہے پس اسلامی اصطلاح کی رو سے وہی ایمان درحقیقت ایمان باللہ کے اسم سے موسوم ہو سکتا ہے جو براہ راست عرفان وولایت کے مقام تک پہنچا سکے لیکن وہ ایمان جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ہرگز اس قابل نہیں چنانچہ تاریخ عالم پر نظر ڈال کر دیکھ لو کہ کبھی ایسے شخص نے عارف باللہ یا ولی اللہ کے مقام کو حاصل نہیں کیا کہ جس نے خدا کی ہستی کے متعلق صرف عقلی ذریعہ سے خشک فلسفیانہ ایمان پیدا کیا ہو۔ پس اسلام کی اصطلاح میں کسی خالق ہستی کے وجود کی ضرورت کو عقلی طور پر محسوس کرکے خدا کا قائل ہونا ایمان باللہ نہیں بلکہ اسلامی اصطلاح میں ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی ہستی کو سمجھنا اسے دیکھنا اس کی صفات کا عارف ہونا حتیّٰ کہ وہ محسوس ومشہود ہو جاوے۔ ایسا محسوس ومشہود کہ عالم دنیوی کی اشیاء محسوسہ ومشہودہ پر جتنا ہمارا ایمان ویقین ہے۔ اس سے بڑھ کر خدا کے متعلق ہو۔ یہ وہ ایمان ہے۔ جو اصلاح کر سکتا اور نفس کی تمام گری ہوئی خواہشات کو جلا کر خاک کر دیتا ہے اور انسان کو ایک نئی زندگی بخشتا اور اس کے اندر ایک نئی روح پیدا کرتا اور اسے اعلیٰ اخلاق کا وارث بناتا ہے۔ اور خالق ہستی کے ساتھ اس کا ذاتی تعلق قائم کرا دیتا ہے حتیّٰ کہ خدا اس کی دعاؤں کو سنتا اس کے سوالات کا جواب دیتا اور اپنے پاک کلام سے اسے مشرف کرتا ہے مگر وہ دوسری قسم کا ایمان جسے دنیا ایمان باللہ کہہ کر پکارتی ہے وہ در اصل کوئی ایمان نہیں کیونکہ وہ ایک فلسفیانہ تصویر ہی سے بڑھ کر نہیں جس کا انسان کے اعمال پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ وہ ایک خشک لکڑی کی طرح ہے جو زمین میں گاڑ دی گئی جو نہ پھولتی ہے نہ پھلتی ہے۔ مگر اس ایمان کا درخت ایسا ہے کہ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء۔ یہ ہر وقت پھولتا ہے اور ہر وقت پھلتا ہے۔ وتوتی اکلھا دائما۔ اس کا بیج آسمان سے

اُترتا ہے اور خدائی ہاتھوں سے پاک قلوب کی زمین میں بویا جاتا ہے۔ مگر ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنے ہاتھ سے اپنے قلب کی زمین کو صاف کرے اور ضرر رسان عناصر کو اس میں سے نکالدے۔ پھر تقویٰ کا ہل اس میں چلائے اور محبّت کے پانی سے اسے سینچے۔ تب ملائکہ اس کے قلب پر نزول کرتے ہیں اور ایمان باللہ کا بیج اس میں بوتے ہیں جو جلد اپنی ہری ہری کونپلیں نکالتا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا درخت ہوجاتا ہے:

فلسفی نے توسن عقل پر سوار ہو کر سارا جہان چھان مارا مگر خدا کو نہ پایا۔ درویش تقویٰ کا لباس پہنکر محبت کے عصا پر سہارا لیتا ہوا اپنے گھر سے نکلا اور پہلے ہی قدم پر اسے خدا مل گیا۔ کوئی کہیگا یہ اللہ کی دین ہے مانا مگر اللہ کی دین کے واسطے بھی کوئی جاذب ہوتا ہے۔ فلسفی تو اس لئے گھر سے نکلا کہ عقل کے ذریعہ سے صحیفہ عالم پر نظر ڈال کر یہ پتہ لے کہ آیا کوئی اس کارخانہ کا بنانے والا بھی ہے یا نہیں اور پھر جس نتیجہ پر پہنچے اسے اپنے علمی معلومات کے خزانہ میں جمع کردے۔ اسے اس سے غرض نہیں کہ خدا ہے تو کون ہے کن صفات والا ہے کہاں ہے۔ کیونکہ اس کا مقصود خدا نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ علمی طور پر پتہ لے کہ اس کارخانہ کوئی صانع بھی ہے یا نہیں۔ وہ اس کے تعلق کا خواہشمند نہیں اسکے قرب کا شائق نہیں اس کی دوستی کا خواہاں نہیں۔ اس کے دل میں اس کی محبت کی تڑپ نہیں۔ بس ایک علمی تحقیق ہے جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ پس خدا اپنا چہرہ اس سے چھپاتا ہے اور اس سے دُور بھاگتا ہے کیونکہ وہ فلسفیوں کے تخیلات کا کھلونا نہیں بننا چاہتا۔ مگر وہ جو خدا کے لئے سرگردان و حیران ہے اور اس کے تعلق کا خواہشمند اور اس کے قرب کا شائق اور اس دوستی کا خواہاں ہے اور اس کی محبّت کی تڑپ اپنے دل میں رکھتا ہے

Digitized by Khilafat Library

اور ایک عاشق حقیقی کی طرح اس کی تلاش کرتا ہے اور اپنی عقل کے زور سے نہیں بلکہ خود اسی سے اس کی چہرہ نمائی کا طلب گار ہوتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے، بلکہ خدا خود اس کے پاس پہنچتا ہے کیونکہ وہ وفادار ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کی سچی تلاش رکھنے والا اس کے متعلق تاریکی میں رہے۔ یہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے۔ فلسفی بھی تلاش کرتا ہے اور سالک بھی۔ مگر فلسفی سے وہ دور بھاگتا ہے اور سالک کے پاس بھاگتا ہوا آتا ہے۔ فلسفی بہت زیادہ دوڑ دھوپ کریگا تو خدا کے متعلق "ہونا چاہیئے" کے میدان میں پہنچ سکیگا جو ایک پُرخطر مقام ہے۔ اور شکوک و شبہات اور یاس و نومیدی کے درندوں کا مسکن و معبر ہے اور جہاں عام حالات میں سوائے ہلاکت کے اور کوئی انجام نہیں۔ لیکن عاشق اس کی تلاش کرتا ہے اور اس کے متعلق بہت جلد "ہے" کی پُرامن وادی میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنے مطلوب و محبوب کو دیکھتا اس کی آواز کو سنتا اور اس کے ساتھ محبت و پیار کی باتیں کرتا ہے۔ کیا یہ دونو برابر ہیں ؟

فلسفی کا ایمان اس کے اعمال پر کوئی اثر نہیں ڈالتا اور نہ اس کی زندگی میں کوئی انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی گناہ کی طرف جھکنا چاہے تو یہ ایمان اسے اس ارادہ سے نہ روکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے اور نہ اسے کبھی کسی نیکی کی تحریک کر سکتا ہے لیکن عارف کا ایمان ایک زندہ حقیقت ہے جو اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا کو محسوس و مشہود کرا دیتا ہے۔ وہ مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ سب کے سر پر ایک نگران ہستی ہے۔ وہ بظاہر اکیلا ہوتا ہے اور جانتا اور محسوس کرتا ہے کہ میں اکیلا نہیں بلکہ میرے ساتھ ایک اور ہستی بھی ہے۔ خدا کی محبت اور اس کی ناراضگی کا خوف ہر وقت اس کے قلب پر غالب رہتے ہیں اور خدائی صفات

ہر گھڑی اس کے اخلاق پر سایہ فگن۔ اگر کبھی غفلت کی حالت میں وہ کسی گناہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو یہ ایمان اس کے ہاتھ کو روک لیتا ہے اور بجائے اس کے اسے نیکی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز گناہ سے نہیں بچا سکتی مگر ایمان باللہ۔ کفارہ وغیرہ سب باطل ہیں بلکہ کفارہ گناہ پر اور دلیر کر دیتا ہے کیونکہ کفارہ پر ایمان لا کر انسان سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اب میرا بوجھ کسی نے اُٹھا لیا ہے میں جو چاہوں کروں۔ وہ گناہ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کفارہ پر لانا اسے گناہ کے اثر سے محفوظ رکھے گا پس وہ دلیر ہو جاتا ہے۔ مگر وہ جو اللہ پر ایمان لاتا ہے ایسا ایمان جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ کبھی بھی گناہ پر دلیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ کیا پولیس مین کے سامنے کوئی چور چوری کر سکتا ہے؟

مگر سوال ہوتا ہے کہ یہ ایمان کس مذہب میں ملتا ہے؟ اس کا جواب سُن لو کہ "فقط اسلام میں"، کیونکہ یہ ایمان مشاہدہ چاہتا ہے اور مشاہدہ اسلام سے باہر میسّر نہیں۔ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا بندے کی دُعائیں سُنتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور بندے سے کے ساتھ کلام کرتا ہے ایسا کلام نہیں کہ دل میں نیکی کا خیال آیا تو اسے ہی الٰہی کلام سمجھ لیا جیسا کہ آجکل کے نیم دہریہ نیچریوں کا عقیدہ ہے بلکہ ایسا کلام جیسے ہم ایک دوسرے کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ مجھے ایک بات یاد آئی جو ہمیشہ میرے اندر سرور کی ایک لہر جاری کر دیتی ہے میرے مکرم استاد و مہربان دوست حضرت مولوی شیر علی صاحب روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ لُدھیانہ میں ایک راستہ پر سیر کے واسطے تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک یورپین نے آپ کو دیکھ کر سلام کیا۔ اور آپؑ کے پاس آ کر دریافت کیا کہ میں نے سُنا ہے خدا آپ کے ساتھ باتیں کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا "ہاں" اس نے

کہا کس طرح باتیں کرتا ہے؟ فرمایا ”جس طرح میں اور آپ باتیں کر رہے ہیں“ مولوی
صاحب فرماتے ہیں اس انگریز کے مُنہ سے بے اختیار نکلا ”سبحان اللہ“
اور پھر وہ ایک گہری سوچ میں پڑ گیا اور اسی حالت میں خاموشی کے ساتھ
آگے چلدیا۔ یہ وہ انعام ہے جو صرف اسلام دیتا ہے اور کوئی دوسرا مذہب
اس کا وعدہ تک نہیں دیتا۔ اسلام کا خدا اپنے بندے کی دعائیں سُنتا ان کا
جواب دیتا۔ اپنے بندے سے کلام کرتا۔ اور رنج و مصیبت کے وقت اس
کے کام آتا ہے غرض وہ دوستی کا پورا پورا حق ادا کرتا ہے مگر دوسروں کا خدا
ایک بُت سے بڑھکر نہیں ٭

اگر یہ کہو کہ یہ کس طرح معلوم ہو کہ وہ کلام جو ایک بندہ سُنتا ہے واقعی خدا
کا کلام ہے اور وہ تائید و نُصرت جو ایک بندہ کی ہوتی ہے وہ واقعی خدا کی
طرف سے ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ خدا کی باتوں میں خدائی علامات ہوتی ہیں
جن کے دیکھنے سے جس طرح سورج کو دیکھ کر شک نہیں رہتا کہ یہ سورج ہے یا
کوئی اور چیز ہے اسی طرح اس کے متعلق بھی کوئی شک کی گنجایش نہیں رہتی
مگر یہ ایک لمبا مضمون ہے جو کسی اور موقعہ پر بیان ہو سکیگا ٭

کیسے خوش قسمت ہیں ہم کہ ہمارے واسطے مسیح موعودؑ کی بعثت نے اس ایمان
کے حصول کو کیسا آسان کر دیا ہے۔ دنیا اس سے پہلے شکوک و شبہات کی سردیوں
میں ٹھٹھر رہی تھی۔ اس نے خدا سے طاقت پاکر ہم پر عرفان الٰہی کا سورج چڑھادیا
جس سے سب کلفتیں دُور ہو گئیں۔ پیاسوں نے پانی پیا۔ بھوکوں نے کھانا
کھایا ننگوں نے لباس پہنا۔ غریب امیر ہو گئے۔ خدائی خزانوں کے مُنہ
کھُل گئے۔ اب صلائے عام ہے۔ جو چاہے لے اور جتنا چاہے لے۔ مگر
اے احمدی جماعت تکبّر سے بچنا کہ یہ ایک زہر ہے جو آناً فاناً ہلاک کر دیتا ہے۔
کشوف و رؤیا و الہام کی خود خواہش نہ کرو کہ یہ راستہ خطرناک ہے کیونکہ اسیر شیطان

لی خاص چوکی ہے۔ جب تم خود بخود اس راستہ کی خواہش کروگے اور اکیلے اس راستہ پر نکلو گے تو وہ تمہیں راستہ میں لوٹ لیگا۔ ہاں جب خدا تم کو خود اس راستہ پر چلا دیگا تو پھر خدائی گارد تمہارے ساتھ ہوگی اور کوئی راہزن تمہاری طرف آنکھ نہیں اُٹھا سکیگا۔ کیا یہ نعمت کم ہے کہ ہم نے مسیح موعودؑ کی طفیل خدا کے چہرہ کو دیکھا اور اسے پہچانا اور اسکے نشانات کا مشاہدہ کیا اور اس کی صفات کا عرفان حاصل کیا۔ اب تم انعام کی خاطر نہیں بلکہ خدا کی خاطر محبت و اطاعت کے میدان میں آگے بڑھے چلو کہ یہی فتح و ظفر کی کلید ہے ؃

تبلیغی اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ ۱۳ فروری کو بروز جمعہ شام کے قریب قادیان سے بعزم لاہور روانہ ہوئے۔ بیس تیس احباب کی جماعت آپکے ساتھ تھی چودہ ۱۴ کی صبح کو بٹالہ سے روانہ ہوکر حضور دوپہر کے قریب لاہور پہنچ گئے۔ لاہور کی جماعت کے احباب استقبال کے لئے سٹیشن پر آئے ہوئے تھے۔ حضور موٹر میں اور باقی احباب گاڑیوں میں سوار ہوکر احمدیہ ہوسٹل میں پہنچے جہاں حضور کے ٹھیرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ لاہور میں حضور ۲۱ ماہ حال تک قیام فرما دینگے اور اس دوران میں حضور کے لاہور میں دو لیکچر ہونگے ایک عام پبلک لیکچر ہے جو پندرہ کو بعد دوپہر بریڈلا ہال میں ہونا تھا سو وہ ہوچکا ہوگا مگر تا حال اس کے متعلق قادیان میں رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ یہ لیکچر اس مضمون پر ہے کہ کیا دنیا کے امن و امان کی بنیاد عیسائیت کے اصول پر رکھی جا سکتی ہے یا اسلام پر۔ یہ وزیر اعظم انگلستان کے اس اعلان کی تردید میں ہے جو صاحب ممدوح نے نئے سال کے شروع میں کیا تھا

دوسرا لیکچر سترہ تاریخ کی شام کو اسلامیہ کالج کے ہال میں ہوگا اس کا مضمون ابتدائی فتن کے متعلق ہے جو مسلمانوں کے اندر خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں ظاہر ہوئے [سلہ] ؛

ان ایام میں حضور لاہور میں بعض ڈاکٹروں سے کچھ طبی مشورہ بھی لینگے۔ ۲۱ کو غالباً لاہور سے واپسی ہے۔ اور غالباً ۲۲ کو امرتسر میں حضور کا ایک پبلک لیکچر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بخیریت و مظفر و منصور واپس لائے ؛

مسجد احمدیہ کے واسطے چندہ نہایت سرعت کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس وقت تک غالباً پونے لاکھ کے قریب چندہ لکھوایا جا چکا ہے ؛

مبلغین اپنے اپنے حلقوں میں اپنے فرائض کو اخلاص اور محنت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ ایک خاص وفد مسجد احمدیہ لندن کے چندہ کی تحریک کے واسطے بھی روانہ کیا گیا ہے جو پنجاب کے مختلف علاقہ جات میں دورہ کر رہا ہے ؛

قادیان میں یکم فروری ۱۹۲۰ء سے محکمہ ہائے نظارت میں بعض تبدیلیاں وقوع میں آئی ہیں۔ نظارت امور عامہ کا کام خان ذوالفقار علیخاں صاحب کے سپرد کیا گیا ہے جو چند ماہ کی رخصت پر قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ناظر تعلیم و تربیت مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے مقرر ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضرت کا منشاء ہے کہ نظارت کا سال یکم فروری سے شروع ہوا کرے ؛

بابو عزیز الدین صاحب ولایت روانہ ہو چکے ہیں۔ بارہ ۱۲ ماہ حال کو وہ اور خان عبد الرحیم خان صاحب بمبئی سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخیریت پہنچائے۔ عبد الرحیم خانصاحب تعلیم کے واسطے گئے ہیں اور بابو عزیز الدین صاحب مبلغین کی مدد کے واسطے۔ مگر بابو صاحب نے سلسلہ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا بلکہ اپنے خرچ پر ہی گئے ہیں اور اپنے خرچ پر ہی وہاں رہینگے۔ شیخ افتخار اللہ

[سلہ] رپورٹ آگئی ہے۔ پہر دو لیکچر ہو چکے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے نہایت کامیاب ہوئے ہیں۔ منہ

صاحب بھی عنقریب اسی طرح جانے والے ہیں ۔

قادیان میں ان طلباء کے واسطے جو بیرونی ممالک سے بغرض تعلیم قادیان آئے ہوئے ہیں ایک باقاعدہ کلاس کھولدی گئی ہے امید ہے اب ان کی تعلیم کے متعلق کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی ۔

لنڈن مسجد احمدیہ لنڈن کے واسطے تحریک سب احباب تک پہنچ چکی ہے اور وہ بڑھ بڑھکر اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں۔ ولایت میں چودھری صاحب کو تار دیدیا گیا ہے کہ مسجد کے واسطے کوئی مناسب جگہ تجویز کر کے لکھیں۔ ان کا جواب آیا ہے کہ لنڈن میں ایک ٹکڑا زمین جو نصف ایکڑ ہے یعنی ساڑھے چار کنال اور اس میں کچھ مکان بھی بنا ہوا ہے ملتا ہے مگر مالک اس کی قیمت سوا لاکھ روپیہ بتاتے ہیں۔ چودھری صاحب سے اور تفصیلی حالات پوچھے گئے ہیں اور لکھا گیا ہے کہ ہم کو بنا ہوا مکان نہیں چاہیئے بلکہ خالی زمین کی ضرورت ہے جہاں ہم اپنے مطلب کی مسجد و مکان تیار کروا سکیں۔ اور لکھا گیا ہے کہ کم از کم دو ایکڑ زمین کا ٹکڑا تلاش کریں۔ ابھی تک جواب نہیں آیا ۔

ولایت سے خبر آئی ہے کہ ایک ہندو بیرسٹر صاحب نے احمدیت کو قبول کیا ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک ۔

بابو عزیز الدین صاحب روانہ ہو چکے ہیں انشاء اللہ دس پندرہ روز میں ولایت پہنچ جائینگے ۔

امریکہ مفتی صاحب لنڈن سے امریکہ کو روانہ ہو چکے ہیں۔ ابھی تک امریکہ پہنچنے کا تار موصول نہیں ہوا۔ احباب ان کے واسطے خاص طور پر دعائیں کریں۔ کہ خدا ان کو بخیریت پہنچائے اور ان کے ذریعہ سے امریکہ میں احمدیت کا جھنڈا گاڑا جاوے ۔

بغداد
بغداد سے تار آیا ہے کہ وہاں کوئی مبلّغ بھیجا جاوے۔ وہاں کی جماعت نے مبلّغ کے اخراجات کے واسطے قریباً آٹھ سو روپیہ جمع کر لیا ہے اور ابھی کر رہے ہیں اور بڑی سخت ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت کا ارادہ ہے کہ جلد کوئی مبلّغ وہاں بھجوا دیا جاوے۔

ماریشس و سیلون
ماریشس و سیلون سے امید افزا خبریں آ رہی ہیں۔ سیلون والے مدّت سے ایک عالم مبلغ کی ضرورت ظاہر کر رہے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ آدمیوں کی قلّت ہے اور کام بہت ہے۔ تاہم توجہ کی جا رہی ہے۔ خدا کرے کوئی صورت نکل آئے۔ خبر ملی ہے کہ وہاں کے غیر احمدیوں نے احمدیوں کے خلاف ایک اخبار جاری کیا ہے جو تامل زبان میں ہے اور جو ہمارے اخبار "میسیج" کے مقابل پر نکالا گیا ہے۔ ماریشس میں صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے اور عبید اللہ صاحب اپنے کام میں مصروف ہیں۔

آسٹریلیا
اس برّ اعظم میں ہمارا ایک ہی آدمی ہے وہاں کے اخباروں میں ان کی طرف سے سلسلہ کے متعلّق ہمیشہ کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے اور وہ اپنی طرف سے تبلیغ کے کام میں لگے رہتے ہیں احباب اس مشن کے واسطے خاص طور پر دُعا کریں کہ اس اکیلی جان کا اللہ حامی و مددگار ہو اور اس کے ذریعہ سے احمدیّت کا بیج اس وسیع علاقہ میں بویا جاوے۔

Digitized by Khilafat Library

افغانستان
افغانستان میں ہمارے بھائیوں کو پھر کچھ تکالیف کا سامنا ہے اس کے انسداد کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ وہاں پر تبلیغ کا کوئی باقاعدہ اور مستحکم انتظام کیا جاوے۔ یہ تجاویز عملی جامہ پہن رہی ہیں۔

اطلاع

آجکل رسالہ ریویو کی اشاعت کی طرف دوستوں کی توجہ بڑھی ہوئی ہے۔ میں اُن سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دُعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں بیش از بیش توفیق عطا فرمادے آمین مگر چونکہ پیشگی قیمت کا وصول ہونا بھی ضروری ہے۔ اسواسطے خاکسار کی تجویز ہے۔ کہ خریداران کے نام ماہ مارچ کا رسالہ وی پی کر کے سال سنہ ۱۹۲۰ء کی قیمت پیشگی وصول کرلیجاوے۔ کیونکہ روپیہ کی بہت ضرورت ہے۔ اسکے ساتھ ہی میں ان اصحاب کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ جو بذریعہ منی آرڈر اپنا چندہ بھیجا کرتے ہیں۔ یا عام چندہ کے ساتھ ریویو کی رقم شامل کر کے بھیجدیتے ہیں۔ وہ براہ راست دفتر ریویو میں بھی اطلاع دیا کریں۔ اور تفصیل چندہ صاف و خوشخط ہو۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تفصیل نہ ہونے یا اچھی طرح نہ پڑھا جانیکی وجہ سے تمام رقم چندہ عام میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہی تکلیف نہیں۔ بلکہ اسکے ساتھ یہ دقت بھی ہے۔ کہ بعض دفعہ وی پی فارم گم ہو جاتا ہے۔ اور ڈاکخانہ والے نیا فارم لکھتے ہیں۔ اور اسمیں غلط نام لکھدیا جاتا ہے۔ یا پتہ کچھ نہیں لکھتے۔ جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور رقم بھی دیر سے ملتی ہے خریدار کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم رقم بھیج چکے ہیں۔ ڈاکخانہ کے ساتھ خط و کتابت ہوتی ہے۔ دفتر محاسب کے کوپنوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ جس سے بہت حرج ہوتا ہے۔ اسواسطے اگر دوست وی پی وصول کرنے یا رقم بھیجنے کے ساتھ ہی اطلاع بھی دفتر ریویو میں دیدیا کریں تو بہت مفید ہوگا۔ آیندہ انشاءاللہ رسید زر کے عنوان سے ایک صفحہ خالی چھوڑا جاویگا۔ جسمیں جسقدر رقوم از روئے اطلاع آمد دفتر محاسب صاحب وصول ہونگی۔ انکو لکھدیا جاویگا۔ تاکہ ہر ایک فرستندہ رقم کا اطمینان ہو سکے اسی طرح نئے خریداروں کے نام بھی ہر ماہ دیئے جاوینگے۔ اور بند کرانیوالوں کے اسماء سے بھی اطلاع دیجایا کریگی۔ تاکہ سیکرٹری صاحبان کو ایسے اصحاب کا علم ہوتا رہے۔ بعض اصحاب کے ایسے خطوط بھی دفتر میں موصول ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ ہم نے حضرت صاحب کے ارشاد کے ماتحت الفضل جاری کرایا ہے۔ اسواسطے ریویو اسکے نام بند کر دیا جاوے۔ ایسے دوستوں کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ حضرت صاحب کا یہ ہرگز منشاء نہیں ہے کہ ریویو بند کرا کر الفضل خریدا جاوے۔

خاکسار نور محمد ہیڈ کلرک دفتر ریویو قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

نوٹ۔ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۳۰ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلاقیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپ کے خدمت میں روانہ کیجائیگی ◆

پُرانے ملیریا بخار کی گولیاں

چار پانچ ہی خوراک میں بخار بند ہوجاتا ہے

لرزہ۔ پُرانا ہوجانے پر باری سے ذاکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہوجاتا ہے اور آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہوجاتا ہے۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی خواہش و قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے تلی و کلیجہ کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے کبھی مُنہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہوجاتی ہے ایسی حالت میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں قیمت چوبیس گولیوں کی ڈبیہ ۸ر محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) روغن صندل۔ سوزاک کیلئے نہایت مفید ہے قیمت ۶ر محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ر

(۲) اجوائن کا تیل قے بدہضمی کے ایک ہی دوا ہے ۶ر " " ۵ر

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھونک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ۸ر " " ۵ر

(۴) روغن سونف یہ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے ۴ر " " ۵ر

(۵) روغن دال چینی۔ یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶ر ۵ر

(۶) روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور دردشکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴ر " " ۵ر

(۷) روغن لیمو۔ ہر گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے ۴ر " " ۵ر

(۸) روغن پپرمنٹ۔ پیٹ کے درد و بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ بہت مشہور دوا ہے ۱۰ر ۵ر

(۹) روغن الائچی متلی اور ہچکی کو بند کرتی اور بھوک بڑھاتی ہے قیمت ۶ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

(مطبوعہ میگزین قادیان (پنجاب) باہتمام شیخ محمد نصیب صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)